© rasailojaraid.com

آغا شورش کاشمیری

چوہدری افضل حق سے میری پہلی ملاقات

۱۹۴۲ء میں مسٹر کے ایل گابا لاہور سنٹرل جیل میں اسیر تھے اور میں بھی اپنی طویل قید یہیں گذار رہا تھا۔ ایک دن شام کو سیر کے وقت چودھری صاحب کا ذکر آگیا۔ میں نے دریافت کیا۔ گابا صاحب چودھری صاحب کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے ــــ؟ بولے "افضل حق ایک دور رس مدبر تھا۔ میں نے جب بھی مرحوم سے باتیں کیں تو ان میں تدبر و دانائی کی گھلاوٹ کو پایا ــــ وہ بہت جلد اپنے مخاطب کو رام کر لیتے تھے"۔

دل کے معاملات بھی عجیب ہیں، اڑ جائے تو پہاڑ غبار راہ ہیں، اور ہر جائے تو اک نگاہ جیت لیتی ہے۔ چودھری صاحب سے یہ پہلی ملاقات تھی، ظاہری طور پر اس وقت ان میں کشش کا کوئی شائبہ نہ تھا۔ روکھا پھیکا چہرہ، بیماری نے انہیں وقت سے پہلے کہولت کے دور میں داخل کر دیا تھا!

چودھری افضل مرحوم سے میری پہلی ملاقات ۶ جنوری ۱۹۳۸ء کو ہوئی!

آپ دفتر احرار میں ایک نیم شکستہ چارپائی پر تکیہ کے سہارے نیم دراز تھے۔!

اس دن مسجد شہید گنج کا مرافعہ پنجاب ہائی کورٹ سے خارج ہوا تھا، اور نتیجتہً لاہور کے مسلم نوجوانوں میں ایک طرح کا وقتی ہیجان تھا۔ میں انارکلی بازار سے گھر کی طرف آرہا تھا کہ ڈاکٹر لال دین صاحب قیصر (؟) جنرل سیکرٹری مجلس احرار اسلام لاہور بازار کے نکڑ پر مل گئے اور کہا:

"چودھری صاحب یاد فرمار ہے ہیں"

"مجھے"؟

"ہاں" انہیں کچھ بات کرنا ہے۔

میرے لئے یہ بلاوا معمہ بھی تھا اور اچنبھا بھی۔ معمہ اس لئے کہ میرا تعلق اب تک ایک ایسی جماعت سے تھا جو احرار کی تخریب کو اپنا مقصد بنا چکی تھی اور اچنبھا اس خاطر کہ مجھے ہونے والی بات کا اور چھور معلوم نہ تھا۔ میرے دماغ میں فکر و خیال کی متضاد و متصادم لہریں اٹھیں۔ میں نے مکرر پوچھا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"خیریت تو ہے"

"ہاں وہ صرف تازہ صورت حالات پر چند باتیں پوچھنا اور طے کرنا چاہتے ہیں"،

اس وقت کہاں ہوں گے؟

"دفتر احرار میں"

میں ڈاکٹر لال دین صاحب رشی کی معیت میں دفتر احرار پہنچا تو چودھری صاحب کے گرد چند نوجوان جمع تھے۔ شگفتہ چہروں کے سرخ پوش نوجوان!

چودھری صاحب نے ایک اختیاری مسکراہٹ کے ساتھ جو اکثر سیاست دان حزب مخالف کے افراد سے بالمشافہ گفتگو کے مواقع پر پیدا کرلیا کرتے ہیں، مزاج پرسی کی اور اپنی چارپائی کی طرح ٹوٹی ہوئی کرسی پر جو پاس ہی رکھی تھی۔ بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔

اتنے میں وہ نوجوان جو ان کے پاس اکٹھے تھے اٹھے اور ہماری نشست گاہ کا دروازہ بند کر کے ساتھ والے کمرہ میں چلے گئے، میں نے اس وقت نوٹ نہیں کیا۔ البتہ بعد میں مجھے خیال ہوا کہ ان گہری سوچتی ہوئی آنکھوں کا ایما تھا، جو اکثر ایک عمیق تفکر کی چغلی کھایا کرتی تھیں۔

"حادثہ مسجد شہید گنج"۔ مولانا ظفر علی خان" صوبائی انتخاب کا پس منظر، یونینسٹ وزارت" مسلم لیگ" اور مسٹر جناح" ہماری گفتگو کا محور یہی عنوان تھے۔ ان کی بیٹھی ہوئی آواز میں کوئی ترنم نہ تھا۔ لیکن الفاظ اتنے نپے تلے اور منجھے ہوئے تھے کہ ہر فقرہ میں ایک پختہ مغز سیاسی رہنما کا تشخص جھلکتا تھا۔ ان میں ایک خاص عادت تھی کہ وہ مخاطب کی باتیں سنتے زیادہ تھے، اور خود کم گو تھے۔ البتہ ایک نفسیاتی انسان ان کی پیشانی پر بنتے بگڑتے تیوروں سے اس امر کا اندازہ کر لیتا تھا کہ اس وقت دماغ کے اثرات کا رنگ کیا ہے، اور ان کی نگاہوں سے تجزیۂ خاموشی کی کیفیت کیا ہے۔

کوئی تین گھنٹے تک باتیں ہوتی رہیں اس عرصہ میں چودھری صاحب زیادہ سے زیادہ چالیس پینتالیس منٹ بولے ہوں گے لیکن انکی بات کا رنگ استفہامی تھا وہ اپنے جواب کو بھی استفہامیہ صورت میں ختم کرتے تھے، جس سے مخاطب کے ذہن کی پرسش خود ایک جوابی الجھن میں پھنس جاتی اور وہ سمجھنے لگتا کہ اس کے خیال کا ہر حلقہ خود اس کے لئے ایک زنجیر بنتا جا رہا ہے۔

دوسروں کی طبیعت کے تاثرات بیان کرنا انتہائی مشکل ہے، اور پھر اس صورت میں جب کہ انسانی طبائع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی بوقلمونی ایک ہی شخصیت   اور ایک ہی منظر سے "تاثرات واحدہ" حاصل نہیں کر سکتی اور نہ کبھی آج تک ایسا ہوا ہے۔ میرا مشاہدہ چودھری صاحب کے متعلق یہی تھا جو پہلی ملاقات میں "تاثر" ـــ اگلی مسلسل صحبتوں میں "تجزیہ" ـــ اور آہستہ آہستہ یقین بن گیا۔

چودھری صاحب! مسلمان قوم سے تمسخر کی حد ہو چکی ہے۔" میں نے دوران گفتگو میں عرض کیا۔

نہیں، میرے عزیز مسلمان قوم خود ایک تمسخر بن گئی ہے۔"

کیا اس حالت کے ذمہ دار مسلمان عوام ہیں!

تو کیا تقدیر کے "مفروضات" کا نوشتہ ہے ـــ!

یہاں سے بات چیت کا رخ ڈاکٹر اقبالؒ کے اشعار کی طرف مڑ گیا، میں نے کہا علامہ اقبال بھی تقدیر کے مشرقی "عقیدہ" بالخصوص اس عقیدے سے جو مسلمان عوام میں جڑ پکڑ چکا ہے، سخت نالاں تھے، اور غالباً انہوں نے "ارمغانِ حجاز" میں ابلیس کی مجلس شوریٰ کے تحت اس "علت غلامی" پر طنز بھی کی ہے۔"

عزیز جب قومی غیرت کا احساس اٹھ جاتا ہے، تو دماغ و دل چٹانوں کے انجماد سے زیادہ بے حس ہو جاتے ہیں، اور انہیں محض طنزیں نہیں ہلا سکتیں۔"

چودھری صاحب! کیا آپ محسوس نہیں کر رہے ہیں کہ مسلمانوں میں تبدیل ہونے کی خواہش پیدا ہو چلی ہے"

ہاں! یہ ٹھیک ہے، لیکن محض خواہش سے کچھ نہیں بنتا۔ قومیں "ارادے" سے بنتی ہیں۔"

جی ہاں! اقبالؒ نے بھی لکھا ہے ع

"کچھ ہاتھ نہیں آتا بے جرأت رندانہ"

استنے میں صوفی عنایت محمد صاحب پسروری تشریف لے آئے اور گفتگو کا دھارا بدل گیا، صوفی صاحب کے الفاظ گرم تھے اور چودھری صاحب کے لہجہ میں حلم!   معاً میرا خیال ان ایام کی طرف پلٹا۔ جن دنوں پنجاب اسمبلی کے انتخابی نتائج نکل رہے تھے۔

ہم چند دوست ڈاکٹر شیخ محمد عالم کی کوٹھی پر ایک عصرانہ پر جمع تھے اور بے عنوان باتیں ہو رہی تھیں۔ مولانا محمد اسحاق مانسہروی کو گلہ تھا کہ ڈاکٹر صاحب نے کانگریس میں شرکت کا اعلان فرما کر غلطی کی ہے، اور ان کے اس فیصلہ سے مسلمان ناخوش ہیں۔ ڈاکٹر عالم کے بیان سے مترشح ہوتا تھا کہ وہ اپنے اقدام میں حق بجانب ہیں اور انہوں نے یہ فیصلہ فراست و دیانت سے کیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قبلہ! سیاست گلی ڈنڈے کا کھیل نہیں اس میں بہت سی کھکیڑیں اٹھانی پڑتی ہیں اس برے وقت میں چپ ہی بھلی۔ دیوار کے بھی کان ہوتے ہیں، میرا کانگرس میں جانا مصلحت سے خالی نہیں، شہید گنج کی بازیابی — آمال کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا۔

ڈاکٹر صاحب نے نہایت مؤدب لہجہ میں مولانا محمد اسحاق مانسہروی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ اور ٹیلیفون اٹھا کر یونائیٹڈ پریس کو رنگ کیا۔

"میں ڈاکٹر عالم بول رہا ہوں، کہیئے چودھری افضل حق احرار لیڈر کا انتخابی نتیجہ نکل آیا ہے؟"

"اچھا تو میں آدھ گھنٹہ تک دوبارہ فون کروں گا۔ اس سے پہلے تار آجائے تو مجھے اطلاع کیجئے شکریہ!"

ڈاکٹر صاحب نے بعد میں دو تین دفعہ فون کیا، لیکن ہر بار یہی جواب ملتا۔ ابھی نتیجہ کا انتظار ہے۔ ڈاکٹر صاحب اپنے ایک موکل سے بات کرنے کے لئے ملحقہ دفتر میں چلے گئے اور مجھے کہا "شورش! ابھی ذرا ٹیلیفون پر دھیان رکھنا"

میں کوئی نفسیاتی ماہر نہیں اور نہ اس رخ سے انسانی مطالعہ میری عادت ہے کیونکہ ایک سیاسی ورکر ہونے کے باوجود میری عادات میں شاعرانہ اضطراب زیادہ ہے، اور اب بھی مجھے طوق و زنجیر کی بجائے زلف و گیسو کی تلخیاں زیادہ ستاتی ہیں۔ لیکن ڈاکٹر صاحب کے چہرہ و نگاہ میں اس استفسار کی خلش نے کچھ خاص کیفیتیں پیدا کر دی تھیں میں دیکھ رہا تھا، ان کے ذہن میں کوئی کشمکش نشتر بن کر چبھ رہی ہے اور آنکھوں کے عقب میں ایک خاص جستجو چھپی بیٹھی ہے جانے میرے دل میں کونسا خیال آیا۔ میں نے خود ٹیلیفون کیا ار

"چودھری افضل حق کا نتیجہ"

"بہت اچھا"!

کے ووٹ حاصل کئے ہیں"

ڈاکٹر صاحب جلدی سے اٹھ کر میرے پاس آ گئے "کیوں؟ کیا نتیجہ نکلا ہے"

میں نے محض ایک دبے خیال سے، جس کی صحیح ہیئت اس وقت میرے ذہن میں نہیں کہا ار

"ڈاکٹر صاحب افضل حق کامیاب ہوگیا!"

"ہیں!" ڈاکٹر صاحب نے جلدی سے رسیور میرے ہاتھ سے لیا، اس وقت ان کی حالت سے ظاہر ہوتا تھا کہ شاید وہ کسی ہوش ربا صدمے میں گھر گئے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

افضل حق ۔۔۔۔ شکست

نصر اللہ خان ۔۔۔۔ کامیاب

ڈاکٹر صاحب کو بیچ سے اچھل پڑے اور بچوں کی طرح پھلانگنا شروع کر دیا۔

"قبلہ! (مولانا اسحاق مانسہری سے" اٹھیئے معانقہ کریں، اس لڑکے نے تو میری جان نکال دی۔

افضل حق اور کامیابی ۔۔۔۔ ناممکن"!

وہاں چھ سات دوست اور بھی تھے اور ان میں تین چار ایم۔ ایل۔ اے تھے، سب مسرور وخنداں!

افضل حق کی شکست اور قہقہے۔ آخر کیوں؟ پہلی بار اس سوال نے میرے دماغ میں سر اٹھایا اور آخر اس کا جواب ان لمحوں میں ملا۔ جب صوفی عنایت محمد پسروری چودھری صاحب سے بحث میں الجھے ہوئے تھے اور میں مجربات کی ایک لمبی کہانی کا پس منظر ڈھونڈھ رہا تھا۔

دل کے معاملات بھی عجیب ہیں، اڑ جائے تو پہاڑ غبار راہ ہیں، اور ہر جائے تو اک نگاہ جیت لیتی ہے۔

چودھری صاحب سے یہ پہلی ملاقات تھی۔ ظاہری طور پر اس وقت ان میں کشش کا کوئی شائبہ نہ تھا، روکھا پھیکا چہرہ، بیماری نے انہیں وقت سے پہلے کہولت کے دور میں داخل کر دیا تھا اور جیسا کہ واقعات ہیں اکثر یہ جان کر کہ، افضل حق یہ ہیں اس پر متعجب ہوتے تھے شاذ ونادر ایسا بھی ہوا کہ لوگوں نے انہیں افضل حق کا ملازم سمجھا۔ حکیم غوث محمد صاحب راوی ہیں کہ دفتر احرار میں جب پہلی دفعہ خالد لطیف گابا آئے تو انہوں نے پوچھا چودھری افضل حق کہاں ہیں؟ چودھری صاحب نے فرمایا۔ ارشاد! اس احقر ہی کا نام افضل حق ہے۔" گابا کے دماغ میں زعیم احرار کا کچھ اور ہی نقشہ تھا، دوبارہ پوچھا۔

"میں احرار لیڈر چودھری افضل حق کی بابت پوچھ رہا ہوں۔"

جب انہیں معلوم ہوا کہ ان کا مخاطب ہی زعیم احرار ہے تو وہ ششدر ہوئے غالباً انہیں اب بھی قیاس تھا کہ رضاکار غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔

سنہ ۱۹۴۲ء میں مسٹر گابا لاہور سنٹرل جیل میں اسیر تھے، اور میں بھی اپنی طویل قید یہیں گذار رہا تھا۔ ایک دن شام کو سیر کے وقت چودھری صاحب کا ذکر آگیا۔ میں نے دریافت کیا گابا صاحب چودھری صاحب کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

بولے! افضل حق ایک دوررس مدبر تھا۔ میں نے جب بھی مرحوم سے باتیں کیں تو ان میں تدبرؒ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

و دانائی کی گھلاوٹ کو پایا   وہ بہت جلد اپنے مخاطب کو رام کر لیتے تھے۔"

میرا آنکھوں دیکھا اور کانوں سنا واقعہ ہے کہ تحریک مسجد شہید گنج کے ثانوی دَور میں جب مولانا مظہر علی اظہر نے سول نافرمانی کا آغاز کیا، اور خود جیل چلے گئے تو مولانا ظفر علی خان کے مکان پر چند دوستوں کا اجتماع تھا چودھری افضل حق صاحب بھی مدعو تھے اور غالباً انہیں کسی درمیانی "مفاہمت" کی خاطر بلایا گیا تھا۔ مولانا ظفر علی خان کی عادت تھی کہ وہ ہمیشہ گفتگو میں ایک سیاسی رہنما کی بجائے صحافی و شاعر کا لب و لہجہ اختیار کرتے تھے جس طرح غزل میں مضمون کا تسلسل نہیں ہوتا، اسی طرح انکی باتیں بھی خیالات کی مختلف دھاریں ہوتی تھیں، وہ بات سے بات پیدا کرنے کے عادی نہیں تھے، بلکہ بات میں بات داخل کرنا ان کی عادت تھی، اور پھر انہیں الفاظ کے ذخیرہ پر مدبرانہ قابو نہیں تھا کہ کونسا لفظ کہاں سیاسی مطالب ادا کر سکتا ہے۔

وہ چودھری صاحب سے پون گھنٹہ گفتگو کرتے رہے، زبان صاف، محاورہ درست، فقرے چوکس گفتار میں روانی، تلفظ صحیح، کیا مجال جو کہیں بھی "پنجابیت" کا گمان ہو، لیکن مرحوم چودھری صاحب انہیں زیر بحث مضمون میں اس ڈھب سے گرفت کرتے کہ مولانا منہ تکتے رہ جاتے، چودھری صاحب کا ہر فقرہ سوچا اور سمجھا ہوا تھا اور پھر جب وہ بولتے تھے تو ان کی آنکھیں ایک فاتحانہ یقین سے چمک اٹھتی تھیں۔

خیر یہ تو ایک دوبدو گفتگو کا جائزہ اور ذکر ہے، چودھری صاحب کے کٹر مخالف بھی ان کی سیاسی بصیرت کا اعتراف کر رہے ہیں   ! اس روز چودھری صاحب اور ہمارے یعنی میرے اور صوفی بھائی کے درمیان طویل بات چیت رہی اور کئی امور زیر بحث آئے   ۔ انہیں بزعم خویش الفاظ کے طلسم خانہ میں گھیرنا چاہتا تھا، اور وہ مجھے چھوٹے چھوٹے فقروں میں سمجھا رہے تھے کہ حقیقت الفاظ کے انبار سے الگ ہوتی ہے — وقت کافی بیت چکا تھا۔ میں نے کل کے وعدے پر اجازت چاہی گھر پہنچا تو میرا دماغ مفتوح تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ شخص جس کی جماعتی مخالفت میں دو سال بسر ہوئے ہیں، ان تین چار گھنٹوں کی پہلی ملاقات ہی میں میرے دل و دماغ کو متاثر کر چکا ہے — !

اور شائد یہی وہ اولین تاثرات تھے جنہوں نے مجھے ڈیڑھ سال قید کے دوران میں غور و فکر کی صورت اختیار کر کے احرار میں شمولیت پر مجبور کر دیا — !

(منقول از روزنامہ نوائے پاکستان لاہور
افضل حق نمبر ۱۸ جنوری سنہ ۱۹۵۷ء)

© rasailojaraid.com